انسانی حقوق کا جدید فلسفہ اسلامی تناظر میں

Modern Philosophy of Human Rights in Islamic Perspective

ڈاکٹر فرید الدین طارق*

ڈاکٹر زاہدہ پروین**

ABSTRACT

The concept of freedom and equality enshrined in democratic systems though solves certain individual problems, but at the same time many collective problems arise. In this context, these democratic values become inconsistent with principles of Islamic political system because the concept of freedom and equality in Islam is different from that in western democracy.

The Islamic Sharī'ah has divided the obligatory duties into Ḥuqūqul Allah and Ḥuqūq-al-'Ibād and complying with them guarantee the success in this world and the hereafter. Islam not only connects rights and responsibilities with each other, but also determines their priorities. Those societies where an imbalance is created in discharging duties and rights get caught up in mischief and trouble as an unavoidable consequence as if human beings play the main role in the construction and destruction of societies.

Keeping in mind the above mentioned issues, the reality of modern philosophy of human rights and its basic criterions and effects in Islamic perspective has been reviewed to find the causes of failure of modern philosophy in protecting the human rights in the contemporary era. Similarly, explaining the concept of human rights in Islam in modern perspective, a research-based analysis has been presented in this paper.

Keywords: *God, Islam, Muslims, Human Rights, Equality, Dignity.*

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی، مظفر آباد، آزاد کشمیر

** صدر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ وقار النساء کالج، راولپنڈی

اسلام اور مغرب دونوں انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کو بہت اہمیت دیتے ہیں تاہم انسانی حقوق کے مسئلہ پر ان کا زاویہ نظر بنیادی طور پر مختلف ہے۔ اسلامی فکر و عمل انسانی حقوق کو انسان کے اللہ تعالیٰ سے تعلق عبدیت کے نقطہ نظر سے دیکھتی ہے جبکہ انسانی حقوق کا مغربی تصور لادینی(Secular) ہے جو انسان کے بطور شہری کے ریاست سے تعلقات پر مبنی ہے۔ وسیع تناظر میں دونوں نقطہ ہائے نظر میں فرق یہ ہے کہ اسلام میں اقتدار اعلیٰ قانون(Supreme Law) کا درجہ رکھتے ہیں۔ روئے زمین پر انسان اللہ کا نائب ہے۔ اس طرح اسلامی ریاست میں عوام کلی اقتدار کے مالک نہیں بلکہ وہ اجتماعی طور پر اپنے نمائندوں کے ان اختیارات کے ذریعے جن کی حدود کا تعیّن خالقِ کائنات کی طرف سے کیا جا چکا ہے، حکومتی نظم و نسق چلاتے ہیں۔ اہل ایمان قرآن و سنت کو اپنی ریاست کا سپریم لاء مانتے ہیں اس کے برعکس مغرب کی سیکولر جمہوری ریاستوں میں عوام کو سرچشمہ اقتدار سمجھا جاتا ہے اور ان کے نمائندوں کے وضع کردہ دساتیر کو ملک کا سپریم لاء مانا جاتا ہے۔

اس سے قبل کے ہم اس موضوع پر بحث کو آگے بڑھائیں، حقوق کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ کی وضاحت ضروری ہے۔

حقوق کے لغوی معانی

حقوق عربی میں جمع کا صیغہ ہے جس کا واحد حق ہے جو متعدّد معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً موافقت، ہم آہنگی، درست، واجب، اور مطابقت، اور ایسا امر جو ثابت ہو چکا ہو۔ دوسرے الفاظ میں "حق" وہ ہوتا ہے جو کہ فطرت کے عین مطابق ہو، اور جس کا انکار ممکن نہ ہو، امام راغب الاصفہانی(المتوفی:۵۰۲ھ) نے بھی یہی معنیٰ بیان کیے ہیں۔[۱]

حقوق کے اصطلاحی معنی

اصطلاح میں اس سے مراد وہ ہمہ پہلو واجبات اور ذمہ داریاں ہیں جن کی بجا آوری ہر انسان کے لیے ضروری ہے خواہ ان کا تعلق عقیدہ، نظریہ و ایمان سے ہو یا دنیاوی معاملات سے ہو۔ ابن منظور افریقی(المتوفی ۷۱۱ھ) لکھتے ہیں:

> "ایسا حکم جو حقیقت حال کے مطابق ہو اس کا اطلاق نظریات و تصورات، مذاہب و ادیان پر ہوتا ہے، یہ باطل کی ضد بھی ہے، جس کے معنی درست اور واجب کے ہیں۔"[۲]

شریعت میں حق وہی امر کہلائے گا، جس کا اسلامی قانون اقرار و اعتراف کرتا ہو۔ ان تعریفات کے تناظر میں آسان الفاظ میں یہ مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حقوق اچھی اور بہتر زندگی کی وہ لازمی شرائط ہیں جن کو افراد

---

(۱) اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، قاہرہ، ۱۹۶۱ء، ص:۱۲۵

(۲) ابن منظور افریقی، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، دار الصادر، بیروت، لبنان، ۱۹۵۶ء، ۱۲/ ۹۴۰

معاشرہ طلب کرتے ہیں، اور معاشرہ وریاست انہیں تسلیم کر لیتے ہیں اور اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر شہری ان سے یکساں طور پر استفادہ کر سکتا ہے۔

حقوقِ انسانی کا جامع تصور

اسلام حقوق انسانی کے بارے میں ایک جامع تصوّر و نظریے کا حامل ہے۔ اسلام حقوق کے ساتھ فرائض کو بھی مضبوط کرتا ہے اور ان دونوں کو لازم ملزوم قرار دیتا ہے۔ گویا ایک کا فرض دوسرے کا حق اور دوسرے کا فرض پہلے کا حق ہے۔ اگر معاشرے میں افراد کو صرف حقوق ہی حاصل ہوں اور ان پر فرائض عائد نہ ہوں تو وہاں امن وسکون قائم نہیں رہ سکے گا اور اگر صرف فرائض بالجبر عائد کیے جائیں اور حقوق کا نام تک نہ لیا جائے تو افراد معاشرہ کی حیثیت محض غلاموں یا مشینوں جیسی ہو جائے گی۔

معاشرے کی ترقی، یکجہتی اور سیاست کا انحصار فرائض اور حقوق کے مابین توازن اور تناسب پر ہے۔ افراد کی صلاحتیں صرف حقوق حاصل ہونے سے آشکارہ ہو سکتی ہیں اور ان کی یہی صلاحتیں ان کے فرائض کی بہترین طور پر بجا آوری اور معاشرہ کے عروج کی ضامن بنتی ہیں۔ معاشرہ اور ریاست افراد کے حقوق و فرائض کی بجا آوری اور ادائیگی کروانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ حقوق و فرائض کے بغیر افراد اپنی صلاحیتوں کو ظاہر نہیں کر سکتے اور اس طرح وہ اپنی شخصیت کی تکمیل نہیں کر سکتے جو خود ان کے لیے اور معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے۔ حقوق و فرائض کے بغیر ایک اچھے اور مثالی معاشرے کے قیام کا خواب بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا اور تہذیب و ثقافت کا ارتقاء بھی حقوق و فرائض کے بغیر ناممکن ہے۔

مغربی انسانی حقوق کا تصور نامکمل ہے اور اس میں زندگی کے تمام پہلوؤں کی وضاحت نہیں ہے، لیکن اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے، جو زندگی کے تمام پہلو پر روشنی ڈالتا ہے اور اصول و ضوابط فراہم کرتا ہے۔ اس کی عملی تصویر نبی کریم ﷺ کی سیرت سے ملتی ہے، جس میں تکریم انسان اور انسان کے نفسیاتی رویے اورانسان کی قومی، تہذیبی، معاشی، معاشرتی ضرورتوں کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ اسلام نے حقوق کو اتنا لازم قرار دیا کہ جو شخص اس دنیا وی زندگی میں کسی کا حق نہیں دیتا، اسے اخروی زندگی میں اس کا بدلہ چُکانا پڑے گا۔ انسانوں کے اندر معاشی مساوات پیدا کرنے کے لیے زکوۃ صدقات خیرات کو لازم قرار دیا تا کہ دولت چند ہاتوں میں مرتکز نہ ہو کے رہ جائے۔[1]

اسلامی شریعت اور انسانی حقوق کا جدید تصور

انسانی حقوق کا جدید تصور جنگ عظیم دوم کے بعد ترتیب پایا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جرمنی اور کچھ دیگر یورپی ممالک نے اپنے دساتیر میں بنیادی انسانی حقوق شامل کئے لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد یورپی ممالک میں

---

(۱) دیکھئے: سورۃ البقرۃ:۱۹۵، ۲۶۱، ۲۷۱، ۲۷۴، سورۃ آل عمران:۹۲، سورۃ الذاریات:۱۹

تحریری دساتیر میں انسانی حقوق کی شمولیت مزید نمایاں ہوئی۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ کا منشور انسانی حقوق جاری ہوا۔ ان حقوق کی وضاحت کی اہم وجہ دو عالمی جنگوں میں بڑے پیمانے پر انسانی جانوں کا ضیاع تھا۔ اس منشور پر عمل درآمد کی صورت حال کا جائزہ لینے اور نئے حقوق کے تعین کے لیے مستقل کمیشن برائے انسانی حقوق قائم کیا گیا۔ لیکن اس منشور سے قبل بھی دنیا کے کئی خطوں و معاشروں خصوصاً اسلامی معاشروں میں انسانی حقوق اور ان کے تحفظ کے قوانین اور روایات موجود رہی ہیں جیسے رومی روایات اور اسلامی قوانین بہت اہم ہیں اور بالآخر یہی قوانین مذکورہ منشور کی بنیاد بنے ہیں۔

اسلام میں انسانی حقوق ہر انسان کے لیے لازم ہیں اور ان پر عمل بھی واجب ہے ورنہ حق تلفی کرنے والا گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور سزا کا مستوجب بھی ٹھہرتا ہے۔ حقوق انسانی کی پامالی کرنے والا اسلامی سیاسی نظام میں سزا کا مستحق ہو جاتا ہے لیکن معاصر مغربی مفہوم میں انسانی حقوق صرف بلند بانگ نعرے ہیں اور محض عمومی سفارشات جو کسی پر لازم نہیں، پھر ان کی تطبیق بھی اختیاری ہے اور ان کی خدمات کا بھی سیاست کی بنیاد پر خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جب بڑی مغربی ریاستوں کے مفادات کا تقاضا ہو تو انسانی حق تلفی پر چشم پوشی بھی انتہا کو پہنچ جاتی ہے جیسا کہ قید خانوں میں قیدیوں کی تعذیب یا قید سے بچنے والوں کی اجتماعی جلاوطنی یا اہل وطن کی ان کی بستیوں اور شہروں سے ہجرت، جیسا کہ فلسطین اور کشمیر کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ مغربی نظاموں اور صیہونی اور ہندو ریاست کے مابین محض سیاسی مصلحت کی بنیاد پر یہ سب کچھ روا رکھا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام طویل صدیاں پہلے انسانی حقوق کو یقینی بنانے اور ان پر دست درازی کو حرام قرار دینے اور اس پر مرتب ہونے والی سزاؤں سے متعلقہ تمام اعلانات اور وثیقے، احکامات و قوانین وجود میں لا چکا تھا۔ اگر اسلام اور مغرب کے انسانی حقوق کا مطالعہ کیا جائے تو مشترک حقوق درج ذیل ہیں:

۱۔ زندگی کی حفاظت کا حق

اسلام نے انسانی زندگی کو مقدس قرار دیا ہے قرآن حکیم نے بے شمار مقامات پر انسانی زندگی کی اہمیت اور تقدس بیان کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾[1]

جو شخص کسی انسان کو ناحق قتل کرے گا (یعنی بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے) یا زمین میں فساد پیدا کرنے کی سزا دی جائے، اس نے گویا تمام انسانوں کا قتل کیا، اور جو کسی کی زندگی بچانے کا باعث بنا گویا وہ تمام انسانوں کی زندگی کا باعث بنا۔

(۱) سورۃ المائدۃ: ۳۲

حضور اکرم ﷺ نے بھی اپنے آخری تاریخی خطبہ میں اس بات کو واضح کر دیا کہ اہل ایمان کی جان ومال اور عزت ایک دوسرے کے لیے مقدس ہے:

«إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا»(۱)

بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارا یہ دن (یوم النحر) تمہارے اس مہینے (ذوالحجہ) اور تمہارے اِس شہر (ام القریٰ مکہ) کی حرمت ہے۔

اسلام کے نزدیک کسی بھی شخص کو قتل کرنا انتہائی قبیح ترین جرم ہے اِلّا یہ کہ وہ قتل کسی انسانی جان کے بدلے میں کیا جائے کیونکہ قاتل کو زندگی کی امان دینے کا مطلب معاشرے میں بدامنی، بغاوت اور اللہ کے قانون سے سرکشی کے رجحانات کو راہ دینا ہے۔

اسلامی شریعت نے تمام انسانوں کے لیے لازمی قرار دیا کہ وہ اپنی جان کو محفوظ بنائیں۔ زندگی و موت کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حالات کا مقابلہ کرنا سکھایا اور زندگی ختم کرنے کی اجازت کسی صورت نہیں دی۔ قرآن و سنت نے انسان کی حیات کو محفوظ بنانے کے لیے اسے قابل احترام قرار دیا، اپنے آپ کو یا کسی انسان کے قتل کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔

۲۔ آبرو کی حفاظت کا حق

اسلام میں رنگ، نسل، عقیدہ، مال ودولت، سماجی مرتبہ اور سیاسی عزت و وقار سے قطع نظر ہر شخص کو وہ عزت اور مقام حاصل ہے جسے کوئی فرد یا معاشرہ پامال نہیں کر سکتا۔ اسلام نہ صرف حکومت کا فرض قرار دیتا ہے، بلکہ معاشرے کے ہر فرد کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے کہ وہ کوئی ایسا کام سرانجام نہ دے جس سے معاشرے کے کسی بھی فرد کی عزت و وقار مجروح ہو، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾(۲)

(۱) قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب تحريم الدماء، حدیث نمبر: ۱۶۷۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ء، ۲/ ۴۶۳

(۲) سورۃ الحجرات: ۱۱

اے اہل ایمان کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اُڑائے ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا تمسخر کریں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے کے عیب تلاش نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد فسق بُرا نام ہے، جو لوگ توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

شخصی عزت و وقار کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے قرآن حکیم نے کسی پر جھوٹے الزامات اور بہتان تراشی کو بھی جرم اور گناہ قرار دیا ہے اور حکم دیا کہ جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر گواہ پیش نہ کر سکیں تو ان کو اسّی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی اک کی گواہی قبول نہ کرو۔[1] مفسرین کی ایک جماعت کے نزدیک اگر تہمت لگانے والا شخص توبہ کرلے تو آئندہ اس کی گواہی قبول کی جا سکتی ہے، بصورت دیگر شہادت قابل قبول نہیں۔[2]

مذکورہ بالا آیات میں ان برائیوں کی نشاندہی کی ہے جن کی وجہ سے افرادِ معاشرہ کی عزت و آبرو متاثر ہوتی ہے، ان برائیوں کے تدارک کے لیے خصوصی اقدامات اٹھائے ہیں۔ اسلامی قانون نے ریاست کو پابند کیا ہے کہ وہ معاشرے میں تحفظ عزت وآبرو کے لیے مذکورہ قوانین پر عمل کا اہتمام کرے۔

۳۔ حفاظتِ مال کا حق

اسلام نے تمام حلال ذرائع سے رزق کمانے کا حکم دیا، اس پر انسان کو مالکانہ حقوق بھی دیے تاکہ وہ اسے اپنے تصرف میں لا سکے دوسروں کا مال ناجائز ذرائع سے استعمال کو ممنوع قرار دیا۔

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ، وَأَمْوَالَكُمْ، وَأَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا»[3]

بے شک اللہ نے تم پر تمہارے خون و تمارے مال اور تماری عزتیں حرام کر دی ہیں، جس طرح موجودہ دن حرام ہے یہ ماہ اور یہ شہر۔

انسان پر جان ومال کی حفاظت لازمی کر دی ہے، مال کی حفاظت کرتے ہوئے اگر کسی کی جان چلی جائے تو وہ شہادت کے رتبے پر فائز ہو گا۔

---

(۱) دیکھیے: سورۃ النور: ۴

(۲) طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، تحقیق: احمد محمد شاکر، مؤسسۃ الرسالۃ، طبع اول: ۲۰۰۰ء، ۱۹/ ۱۰۲

(۳) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، كتاب الأدب، باب قوله تعالى لايسخر قوم من قوم، رقم: ۵۶۹۶، دار الحدیث، قاہرہ، ۲۰۰۴ء، ۳/ ۱۸۷

۴۔ حق مساوات

اسلام نے تمام رنگ و نسل قوم اور وطن کے فرق کو مٹا دیا اور ایک عالمگیر آفاقی مساوات کا درس دیا۔ انسانی وحدت کا درس دیتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ تمام انسان بحیثیت انسان برابر ہیں۔ عربی اور عجمی کی تمیز ختم کر دی اور عزت کا معیار تقویٰ کو قرار دیا۔ حسب و نسب، رنگ و نسل، قبیلے، ملک، قوم اور مذہب کی تفریق نہیں، اسلام میں ہر شخص کو معاشی معاشرتی سیاسی برابری ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"نہ عرب کو فضیلت ہے عجم پر اور نہ عجم کو عرب پر، نہ سفید کو سیاہ پر اور نہ سیاہ کو سفید پر"۔[۱]

اسلامی معاشرے میں تمام مسلمانوں اور اقلیتوں کو برابر حقوق حاصل ہیں کوئی بھی انسان اپنی ذاتی جد وجہد سے کوئی بھی عہدہ حاصل کر سکتا ہے، خواہ کسی غریب گھرانے سے تعلق کیوں نہ ہو۔ قانون کی نظر میں تمام انسانوں کو برابر قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا کو بھی برابر قرار دیا[۲] اور یوں غلام و آقا برابر قرار پائے۔

۵۔ انفرادی آزادی کا حق

شخصی آزادی کا حق یہ ہے کہ ریاست میں کسی کو بھی بغیر قانونی جواز کے نہ ہی تو گرفتار کیا جائے گا اور نہ اس کی شخصی آزادی پر کوئی قدغن لگائی جائے گی۔ کسی بھی فرد معاشرہ کی شخصی آزادی پر کسی قانونی جواز کی بنیاد پر باقاعدہ اور شفاف عدالتی اور قانونی کارروائی کے بعد ہی پابندی لگائی جا سکتی ہے۔

ابو داؤد کی ایک روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ مسجد میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور آپ ﷺ سے سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میرے ہمسائے کو کیوں گرفتار کیا گیا ہے؟ آپ ﷺ خاموش رہے، اس شخص نے دوبارہ سوال کیا تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا مگر جب اس نے تیسری بار سوال کیا تو حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کے ہمسائے کو آزاد کرنے کا حکم دے دیا۔ سائل کے سوال پر آپ کی خاموشی دراصل مسجد میں موجود اس حکومتی اہلکار کو اپنی قانونی پوزیشن واضح کرنے کا موقع فراہم کرنا تھی جس نے گرفتاری کی تھی مگر جب وہ سرکاری اہلکار کچھ بھی نہ بولا تو حضور اکرم ﷺ نے بلاجواز گرفتاری کے خاتمے کا حکم دے دیا۔

ہر انسان اپنی سوچ میں آزاد ہے، لہٰذا کسی انسان پر جبر نہیں کیا جا سکتا بشرطیکہ کہ اس کی کوئی فعل شریعت اور ملک کے آئین کے مخالف نہ ہو۔ سیرت طیبہ سے پتا چلتا ہے کہ ہر انسان کو گھومنے پھرنے کی اجازت دی جائے۔ حکومت کسی

---

(۱) احمد بن حنبل، المسند، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۸ء، ۵/ ۴۱۱

(۲) صنعانی، عبد الرزاق بن ہمام بن نافع، مصنف، المکتب الاسلامی، بیروت، ۲۰۰۱ء، ۱۰/ ۲۰۲

مجرم کو جرم ثابت ہونے پر ہی قید کر سکتی ہے کیونکہ آزادی ایک بڑی نعمت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام انسانوں کو ان کی ماؤں نے آزاد پیدا کیا ہے، تم کو انہیں غلام بنانے کا اختیار کس نے دے دیا۔[۱]

۶۔ مذہبی آزادی کا حق

اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر انسان کو معاشرے میں نظریہ، عقیدہ اور عبادت کی آزادی ہے۔ ہر شخص کو اپنے شعور اور ضمیر کے مطابق مذہبی آزادی کی ضمانت حاصل ہے۔ اسلام کسی بھی فرد پر جبر نہیں کرتا کہ وہ جبراً دین اسلام اختیار کریں، اس لیے کہ قرآن مجید نے واضح کر دیا ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔[۲]

قرآن حکیم اس امر کی تشریح کرتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان تک اللہ کا پیغام پہنچانے کے لیے بھیجا گیا۔ آپ کو بالجبر مسلمان بنانے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ آپ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا کہ انسانیت پیغامِ حق کے ہر پہلو سے آگاہ ہو جائے۔ آپ کے اس منصب کو مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جگہ پر یہ بیان کیا گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر (احکام) پہنچا دینے کے سوا (کوئی اور ذمہ داری) نہیں اور اللہ وہ (سب) کچھ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔[۳] دوسرے مقام پر یہ واضح کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت تو داعی کی ہے جو عوام کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔[۴]

اسلام نے حجت اور دلیل سے ہدایت و گمراہی کا فرق واضح کر دیا، مذہب کے معاملات میں مسلم معاشرے کے اقلیتی افراد کو مذہبی آزادی کا حق دیا گیا ہے کہ وہ اسلامی معاشرے میں رہتے ہوئے دلائل و براہین کی روشنی میں قبول اسلام کی راہ اپنائیں یا اپنے مذہب کی پیروی کریں۔ اپنے مذہب اور عقیدہ کے فروغ کے لیے طاقت کے استعمال کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ دوسروں کے مذہب اور عقیدہ میں مداخلت کرنے سے بھی منع کیا گیا۔

۷۔ آزادیٔ اظہار رائے

اسلام جہاں الوہی اصولوں پر جمہوری معاشرے کے قیام کی تعلیم دیتا ہے وہاں وہ ان تمام حقوق و فرائض کا بھی جامع اور واضح انداز سے تعین کرتا ہے جو ایک فلاحی اور جمہوری معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہیں۔ اظہار رائے کی آزادی کے بغیر کسی بھی معاشرے میں جمہوری اقدار اور عدل و انصاف کی روایت تشکیل پذیر نہیں ہو سکتی

---

(۱) ہندی، حسام الدین، کنز العمال، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ء، ۱۲/ ۶۶۱

(۲) یہ مضمون دیکھنے کے لیے ملاحظہ کریں سورۃ البقرۃ:۲۵۶

(۳) دیکھئے سورۃ المائدہ:۹۹

(۴) دیکھئے سورۃ الاحزاب:۴۶

اسی لیے اسلام نے نہ صرف ہر فرد کو اپنی رائے کے اظہار کی آزادی کا حق دیا ہے، بلکہ اہل اسلام کو اپنے اجتماعی معاملات اصول مشاورت پر استوار کرنے کی تعلیم بھی دی ہے۔ سورہ شوریٰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ﴾ (۱)

اور وہ اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں۔

رائے کے اظہار کی آزادی میں حق تقریر حق رائے، اختلاف اور تنقید کا حق اور جدید الفاظ میں صحافتی آزادی بھی شامل ہے۔ یعنی شہریوں کے سوچنے، مختلف رائے رکھنے اور اپنی رائے کے برملا اظہار کرنے میں ریاست کبھی مداخلت نہیں کرے گی اسلام نے یہ حق ہر فرد کو عطا کیا ہے۔

سیرت نبوی ﷺ سے ہمیں اس امر کی کئی مثالیں ملتی ہیں جہاں حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے مختلف معاملات پر مشاورت کی۔ غزوہ بدر، اسیر ان بدر، غزوہ احد، غزوہ احزاب اور معاہدہ حدیبیہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فیصلہ کرنے کے لیے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا ہے۔

۸۔ تعلیم کا حق

تعلیم حاصل کرنا ہر انسان کے بنیادی حقوق میں شامل ہے۔ حکومت کے لیے لازم ہے تمام افراد کے لیے معیاری وعصری ضرورتوں کے مطابق تعلیم و تربیت کا بندبست کرے کیونکہ قوموں کی ترقی کا راز علم حاصل کرنے میں ہے۔ مسلم معاشرے کے لوگوں نے تمام مروجہ علوم حاصل کئے تو دنیا کی سپر پاور بن گئے اور آج مسلمانوں کے زوال کا سبب تعلیمی میدان میں عصری تقاضوں کے مطابق تعلیم حاصل نہ کرنا ہے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ تمام افراد کی تربیت ریاست پر لازم ہے۔ اسلام میں تعلیم کی اتنی اہمیت ہے کہ وحی کا پہلا لفظ اقرا سے شروع ہوا، ارشاد ربانی ہے:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ (۲)

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تمہیں پیدا کیا۔

شریعت اسلامیہ ہر شخص کے لیے تعلیم کو ضروری بلکہ فریضہ قرار دیتی ہے اور ریاست پر لازم ہے کہ تمام افراد کو بلا تفریق مواقع فراہم کرے۔ آنحضرت ﷺ تعلیم کو اتنا لازم قرار دیتے کہ آپ نے مسجد نبوی میں پہلی اسلامی یونیورسٹی کی ابتداء کی جہاں پر ملکی اور بین الاقوامی طلبہ کو تمام دینی اور دنیاوی علوم سکھائے جاتے تھے اور اسی طریقے پر تمام خلفاء راشدین نے بھی عمل کیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمانوں نے جب علم کی سرپرستی کی اور تمام متداول علوم سیکھے تو دنیا کی سپر پاور بن گئے، مسلمانوں میں بڑے بڑے سائنسدان پیدا ہوئے جو دین و دنیا کا حسین امتزاج تھے۔

---

(۱) سورۃ الشوری:۳۸

(۲) سورۃ العلق:۱

۹۔عائلی زندگی کا حق

اسلام نے بہترین معاشرے کی تشکیل کے لیے ہر شخص کو عائلی زندگی کا حق دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ﴾[1]

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس ذات نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا ایک جوڑا بنایا، اور ان سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پیدا کیے۔ [2]

انسانوں کی نسل کو باقی رکھنے اور فروغ دینے کے لیے اللہ تعالی نے دین اسلام کے طریقے کے مطابق عائلی زندگی کی ترغیب دی تاکہ ایک بہترین پاکیزہ معاشرہ تشکیل پاسکے۔ کسی انسان کو بھی عائلی زندگی گزارنے کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ مذہبا سلام نے ں عورتوں سے حسن سلوک کی بار بار تاکید کی ہے اور مردوں کو گھر کا سربراہ بنا کر تمام مالی امور ان کے سپرد کر دئے ہیں۔ عائلی زندگی مرد و عورت میں اختلافات پیدا ہو جائیں تو طلاق و خُلع کے تحت علحدگی بھی اختیار کر سکتے ہیں۔

۱۰۔معاشرتی حقوق

اسلام نے ہر شخص کے حقوق و فرائض اور ذمہ داریاں بتادی ہیں۔ قرآن مجید نے ماں باپ سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔[3] اور حدیث نبوی نے اس کا صلہ جنت بتایا ہے۔[4] رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار پڑوسی، اجنبی ہمسائے، مسافر ساتھی اور نوکروں تک سے احسان کے رویے کی تلقین کی ہے۔[5] ماں باپ پر اولاد کے حقوق اور اپنے ارد گرد رہنے والے تمام عزوں رشتہ داروں ہمسایوں سے اچھا برتاؤ اختیار کرنے کے بارے میں سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) سورۃالنساء:۱

(۲) سورۃالنساء:۱

(۳) دیکھئے سورۃالنساء:۳۶

(۴) محمد سلامہ، مسند شہاب، الجنة تحت أقدام الأمهات ،حدیث نمبر:۱۱۹، تحقیق:حمدی بن عبدالمجید سلفی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع دوم:۱۹۸۶ء، ۱/ ۱۰۲

(۵) ایضاً

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾(۱)

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے، اور اُن لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو، یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔

معاشرے میں میاں بیوی خاندان کی بنیاد ہیں ان کی ذمہ داریوں میں توازن رکھتے ہوئے ان کے مساوی حقوق کو بیان کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم عورتوں کے معاملے پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اس لیے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان سے انہیں اپنی زوجیت میں لیا ہے۔(۲) خاتونِ خانہ سے سزا کا سرزد ہو جانا امر بعید نہیں، لہذا اس پر اسے خیر کی تلقین کی جائے۔(۳)

اسلام نے میاں بیوی رشتہ داروں، یتیموں مسکینوں، کے حقوق متعین فرمادیئے۔ اسلام نے بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت والدین کا فرض قرار دیا اور بچوں پر اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کو جنت کے حصول کا ذریعہ بنا دیا۔ اسی طریقے سے رشتہ داروں کے حقوق بھی متعین کر دیئے اس طرح اسلام نے دنیا کا بہترین معاشرتی نظام متعارف کروایا۔

معاشرے میں اسلام نے لوگوں کے درمیان محبت ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا کرنے لیے حکم دیا کہ ہر مومن ایک عمارت جیسا ہے، اور حقیقی مومن اس کو قرار دیا جس کا وجود دوسرے انسانوں کے لیے فائدہ مند ہو۔ مسلمان تو ایسا ہوتا ہے کہ ظلم نہیں کرتا، اور مشکل میں بھائی کو اکیلا نہیں چھوڑتا، بدگمانی نہیں کرتا، جھوٹ نہیں بولتا، حسد نہیں کرتا اور نہ چغلی کھاتا ہے اور دوسروں کے عیب کو چھپاتا ہے اور اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیتا ہے۔(۴)

۱۱۔ حق ملکیت

اسلام نے سرمایہ دارانہ اور اشتراکیت کے بر خلاف ہر چیز پر اصلی ملکیت کا حق رب ذوالجلال کو قرار دیا۔ عوام یا حکومت جس چیز کے مالک ہیں یہ بھی بطور امانت اسے تصرف میں لاسکتے ہیں۔ تمام قدرتی اشیاء و معدنیات

---

(۱) سورۃ النساء:۳۶

(۲) قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، حدیث نمبر:۱۲۱۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲/۸۸۶

(۳) مسلم، صحیح مسلم، حدیث نمبر:۱۴۶۸، ۲/۱۰۹۱

(۴) بخاری، صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، حدیث نمبر:۲۴۴۲، ۳/۲۱۲

پر تمام انسانوں کا حق مساوی قرار دیا ہے۔ فرد اپنی محنت کی بنیاد پر عام استعمال کی چیزوں کے جس قدر حصّے کو بھی صرف کرے اپنے قبضے میں لے جس میں دوسرے کا استحصال نہ ہوا ہو، اس کا وہ مالک ہو جائے گا۔ محنت و قابلیت سے حاصل کیا گیا وہ سامان معیشت اس سے چھینا نہیں جا سکتا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بنجر زمینوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

«مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ»[1]

جس شخص نے کوئی بنجر زمین قابل کاشت بنالی وہی اس کا مالک ہے۔

مردہ اور افتادہ زمینوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے اس قدیم اصول کی تجدید فرمائی جس سے دنیا میں زمین کی ملکیت کا آغاز ہوا ہے۔ انسان کی پیدائش کے وقت یہ اصول تھا کہ جو آدمی جہاں رہ رہا ہے وہ اسی کی ہے اور جس زمین کو اس نے کارآمد بنالیا ہے اس کا حقدار بھی وہی زیادہ ہے یہی قانون مالکانہ حقوق کی بنیاد ہے۔

۱۲۔ معاشی حقوق

اسلام سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کے برعکس تمام انسانوں کو ذمہ دار بنا دیتا ہے کہ تمام حلال چیزوں کو خرید و فروخت کرے اور روزی کمانے کے تمام حلال اور جائز ذرائع اختیار کرے، کیونکہ جو چیز حرام ہے تو اس کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ چوری ڈاکہ، غصب، رشوت، رہزنی، وغیرہ حرام ہیں اور ان سے وصول شدہ آمدنی بھی جائز نہیں ہیں۔ اسلام کمائی کرنے کے جائز ذرائع اختیار کرتے ہوئے جتنی بھی دولت اپنے پاس اکٹھی کرلے تو انسان اس پر ملکیت کا اختیار ہو گا۔ اسی طرح اسلام مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا، دولت کی گردش کے لیے آپ نے زکوۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کو لازم قرار دیا تاکہ معاشرہ بدامنی کا شکار نہ ہو۔

اسلام نے مساوات کا بھی لحاظ رکھا ہے لیکن معاشی مساوات میں اس کا نقطہ نظر دور حاضر میں دیگر نظریات سے مختلف ہے۔ اسلام کا نظریہ معاشی مساوات یہ ہے کہ معاشی میدان میں سب کو مساوی مواقع مہیا کیے جائیں اور تقسیم زر میں کوئی امتیاز روا نہ رکھا جائے۔ اجتماعی عدل کا تقاضا یہ ہے کہ ریاست اور معاشرہ ان افراد کی کفالت کی ذمہ داری لے جن کا کوئی سہارا نہیں یہ ایک اجتماعی حق ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«وَمَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ وَأَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ أَعْقِلُ لَهُ وَأَرِثُهُ »[2]

اور جس نے مال چھوڑا وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے، میں اس کا وارث ہوں جس کا کوئی وارث نہیں اس کی جانب سے میں دیت دوں گا، اس کا وارث ہوں گا۔

---

(۱) ایضا، کتاب المزارعة، باب من أحيا أرضًا مواتًا، حدیث نمبر: ۲۳۳۵، ۳/۳۳۴

(۲) ابو داود، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الفرائض، باب في ميراث ذوي الأرحام، حدیث نمبر: ۲۸۹۹، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ، ۳/۱۴۹

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"جس نے کوئی وارث نہ چھوڑا ہو حکومت اس شخص کی وارث ہوتی ہے، اس کا قرض ادا کرنے کی بھی ذمہ دار ہے جب کہ وہ کوئی مال چھوڑے بغیر فوت ہو جائے اور اسی طرح اگر اس کی زندگی میں اس کی کفالت کرنے والا نہ ہو تو حکومت اس کی کفالت کی ذمہ دار ہے۔"(۱)

ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ جس طرح وہ لاوارث کی جائیداد کی مالک بنتی ہے اسی طرح وہ قرض ادا کرنے صورت میں بھی ذمہ دار ہو۔ اگر کوئی شخص بیوی بچے چھوڑ کر مرتا ہے تو ریاست اس کی بھی کفیل ہو گی۔

۱۳۔ غیر مسلموں کے حقوق

اسلامی مملکت میں مسلم اور غیر مسلم شہری کے بنیادی حقوق و فرائض یکساں ہیں۔ مملکت اسلامیہ میں تمام اقلیتوں کے لیے مسلمانوں جیسے حق حاصل ہوتے ہیں۔ ان کے جان و مال، عزت و آبرو، انفرادی آزادی کا تحفظ حاصل ہو گا، ان کے مال دولت کو محفوظ بنانے کے لیے ہر ممکن اقدامات فراہم کیے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ پوری مذہبی آزادی اور عبادت گاہوں کا تحفظ بھی فراہم کیا جاتا ہے۔ خلفاء راشدین کے دور میں اقلیتوں کے اپاہج افراد کو بیت المال سے وظیفہ دیا جاتا اور اگر کوئی مسلمان غیر مسلموں سے سخت کلامی سے پیش آتا، تو اسے سزا دی جاتی۔ مسلمانوں کے اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر غیر مسلموں نے مسلمانوں کے لے رسد پہنچائی اور لشکر گاہ کا اہتمام کروانے، سڑک اور پل تعمیر کروانے، جاسوسی اور خبر رسانی کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔(۲)

تعلیمات اسلامی کی روشنی میں بنیادی انسانی حقوق کی خصوصیات

اسلامی شریعت و مغرب کے عطاء کردہ بنیادی انسانی حقوق میں ظاہراً تکریم انسانیت کی تعلیم ملتی ہے۔ دونوں میں حقوق جان مال عزت و آبرو انصاف مساوات اخوت و بھائی چارے کی تعلیم دی گئی ہے اور فتنے فساد کو بُرا سمجھا گیا ہے لیکن اسلام کے دیئے گئے حقوق کی خصوصیات ایسی ہیں جو انہیں دوسروں سے منفرد اور ممتاز بناتی ہیں۔ سورۃ البقرہ، سورۃ النساء، سورۃ طلاق، سورۃ العصر، سورۃ الانعام، وغیرہ میں معاشرتی احکامات: نکاح و طلاق خلع، حق مہر، وراثت، نان و نفقہ بچوں کی تربیت وغیرہ جیسے اہم نکات بہت تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں جن کی مثال دیگر مذاہب میں نہیں ملتی الغرض حیات انسانی کے تمام اجزاء کی تفصیل سے ہدایات فراہم کر دی گئی ہیں۔ حقوق العباد اتنے

---

(۱) ابن قیّم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر بن ایوب، زاد المعاد، دار عالم الفوائد للنشر والتوزیع، المکۃ المکرمہ، ۱۴۲۸ھ، ص: ۴۵

(۲) حسام الدین ہندی، کنز العمال، ص: ۱۰/ ۶۲۱

ضروری ہیں کہ ان کو حقوق اللہ پر ترجیح حاصل ہے، اگر بندوں کے حقوق پورے نہ کیے جائیں تو اللہ بھی اس شخص سے خوش نہیں ہوتا جو اس کی مخلوق کو فائدہ نہ دے، اور متعلقہ فرد اسے در گزر نہ کرے۔[۱]

انسانی عظمت و تکریم

اسلام میں تصورِ انسان منفرد ہے۔ اسلامی تہذیب عظمت و تکریم انسانیت کی علمبردار ہے، یہ وصف دنیا کی کسی دوسری تہذیب میں نہیں پایا جاتا ہے۔ ہندوؤں نے ذات پات کی بنیاد پر انسانوں کو تقسیم کیا ہے، عیسائیت میں تو انسان کو پیدائشی طور پر ہی گناہگار قرار دے کر ذلت کا طوق اس کی گردن میں پہنا دیا ہے۔ لیکن اسلام نے عظمت اور تکریم انسان کا تصور دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بہترین تخلیق میں پیدا کیا۔[۲] خالق نے بہترین تخلیق میں پیدا کرنے کے ساتھ اسے دنیا کی تمام مخلوقات پر فضیلت، عزت اور تکریم بھی عطاء کی ہے۔[۳]

صرف یہی نہیں کہ انسان کو عزت و تکریم بخشی بلکہ تمام تخلیقات عالم کو اس انسان کے لیے ہی پیدا کیا اور اس کی خدمت میں لگا دیا۔[۴] اور پھر انسان کو عظیم مقصد اور منصب بھی عطاء کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس دنیا میں اپنا نائب بنا کر بھیجا اور زمین کی خلافت عطاء کی ہے۔[۵] خدا کا نائب ہونے کا تصور دنیا کے کسی اور مذہب یا تہذیب میں نہیں پایا جاتا ہے۔ اسلام میں انسانی حقوق کے تصور کی انفرادیت یہ ہے کہ اس کی بنیاد عظمت اور تکریم انسانیّت پہ رکھی گئی ہے۔

اسلام کا منفرد تصورِ حرّیت و آزادی

اسلام حریت و آزادی کے حوالے سے منفرد و ممتاز نظریے کا حامل ہے۔ اس نے انسانوں کو جنگل میں جانوروں کی طرح آزاد بھی نہیں چھوڑا اور نہ ہی اتنی پابندیاں عائد کیں کہ وہ مجبورِ محض ہی بن جائے۔ اسلام اس بے لگام آزادی کا قائل نہیں جو معاشرے میں افراط و تفریط اور دوسرے انسانوں کے حقوق کے استحصال کا باعث بنے۔ اسلام نے بتایا ہے کہ انسان بحیثیت انسان اعلیٰ مقام کا حامل ہے اور تمام مخلوقات پر اسے فضیلت دی گئی ہے، عزت اور تکریم سے نوزا گیا ہے۔[۶] لہٰذا انسانی حریت و آزادی اس کی عزت و عظمت کے ساتھ انسانی اقدار سے مزین ہوتی ہے، اخلاق و کردار اور روحانیت پہ مبنی ان حدود و قیود کی پابند ہوتی ہے جو پاکیزہ انسانی معاشرے کی تشکیل کے لیے درکار ہوتی ہیں۔ ہر شخص جائز حدود

---

(۱) راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ص:۱۱۱

(۲) سورۃ التین:۱-۴

(۳) سورۃ الاسراء:۷۰

(۴) سورۃ البقرۃ:۲۹

(۵) ایضا:۳۰

(۶) سورۃ بنی اسرائیل:۷۰

میں قانونِ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے فیصلے کرنے میں آزاد ہے۔ کوئی شخص دوسروں پر اپنی پسند وناپسند مسلط نہیں کر سکتا۔ اسلام اعتدال کا درس دیتا ہے، اس نے انسانی حریت میں بھی اعتدال قائم کیا ہے۔

عدل وانصاف کا قیام

اسلام عدل اجتماعی کے تقاضوں کو بدرجہ اتم پورا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام، رسولوں، اور کتاب و میزان اس لیے بھیجا کہ معاشرے عدل وانصاف قائم ہو[۱] اور یہ حکم دیا گیا کہ اپنی امانتیں، اعتماد، ذمہ داریاں امین افراد کے سپرد کرو اور فیصلے عدل وانصاف کے ساتھ کرو۔[۲] یہاں تک کہ اپنے دشمن سے بھی عدل کا حکم دیا گیا۔ اہل اسلام کو یہ تعلیم دی گئی کہ کسی قوم کی دشمنی سے مشتعل ہو کر ایسا نہ ہو کہ تم عدل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دو اور زیادتی کر بیٹھو، دشمن کے ساتھ بھی عدل اور انصاف کے ساتھ معاملات کرنے کا حکم دیا ہے۔[۳]

اسلام حکومت وریاست کو بھی عدل کا پابند بناتا ہے بلکہ اسے تو بدرجہ اوّل پابند ہونا چاہیئے۔ حکم بین الناس کا سب سے زیادہ طاقتور ادارہ وہی ہے اور اگر ریاست عدل نہیں کرے گی تو معاشرے میں عدل کسی بھی صورت میں ممکن نہیں۔ اسلام میں عدل ومساوات کا یہی بنیادی تصور اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ اور ادارے میں کار فرما ہے۔

دین اسلام میں کسی کے لیے کوئی امتیاز نہیں۔ قانون کے سامنے سب برابر ہیں اور بڑے کے لیے الگ حقوق نہیں۔ رسول ﷺ نے بحیثیت سربراہ مملکت اور بحیثیت پیغمبر بھی قانون خداوندی کی اس ہمہ گیری سے مستثنیٰ نہیں کیا۔ قبیلہ بنی مخزوم کی فاطمہ نامی عورت نے جب چوری کی اور اس کی سفارش کی گئی تو فرمایا:

> ”تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اس لیے تباہ ہوئی ہیں کہ وہ لوگ کمتر درجے کے لوگوں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے اور اونچے درجے والوں کو چھوڑ دیتے تھے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر میری اپنی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی پکڑی جاتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا“[۴]

انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے عدل وانصاف کا قیام بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے اسلام نے اس کے قیام کو یقینی بنایا ہے۔

---

(۱) دیکھیے: سورۃ الحدید: ۲۵

(۲) سورۃ النساء: ۵۸

(۳) سورۃ المائدۃ: ۸

(۴) بخاری، صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب القطع السارق الشریف والنّھي عن الشفاعة في الحدود، حدیث نمبر: ۶۷۸۸، ۲/۳۱۲

تصور مساوات مردوزن

مغربی نظریہ مطلق مساوات کے تحت ایک فرد کی آزادی سے اگر ساری پابندیاں ہٹاتے جائیں تو دوسروں کے کئی حقوق کا استحصال ہو جاتا ہے۔ معاشی آزادی اسی طرح کی ایک الجھن ہے۔ اسلامی تعلیمات نے مرد زن کے الگ دائرہ کار، الگ صلاحیتوں اور جسمانی اور نفسیاتی کیفیات کی بدولت حقوق اور فرائض کی تفصیلات بتائی ہیں۔ جن حوالوں سے دونوں یکساں ہیں وہاں ان کے درمیان مساوات بیان کی گئی ہے (مثلا اعمال کے بدلے اور جزاء کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں) اسی طرح جہاں وہ غیر مساوی ہیں وہاں الگ الگ حقوق و فرائض بیان کیے گئے ہیں (عائلی اور معاشرتی زندگی اس کی مثال ہے) انسان کچھ حوالوں سے برابر ہے۔ جیسے تخلیق، انسانیت، تکریم، وغیرہ، اسی طرح کچھ حوالوں سے غیر مساوی ہے جیسے درجات، اہلیت، قوّت، ساخت، علم، ذمہ داریاں وغیرہ، خود مرد و عورت ہی کی مثال کو لیجئے، قرآن میں ارشاد ہے۔

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾(۱)

اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے ہیں، معروف طریقے کے ساتھ اور مردوں کے لیے ایک درجہ ہے۔

اسلام عورت کے بارے میں نقطہ نظر کو درست اور صنفی تعلق کو فطری حقائق کی بنیاد پر قائم کرتا ہے پھر اس تعلق کے تمام نفسیاتی اور عملی پہلو بیان کرتا ہے، تاکہ نہ تو اضطراب اور عدم استقلال رونما ہو اور نہ مسئلہ کے کسی پہلو میں کہیں اخفاء باقی رہے۔

علامہ سیّد قطب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

> ”انسان مرد و زن نفس واحد سے پیدا ہوتے ہیں، مگر دو علیحدہ علیحدہ صنفیں ہیں۔ اسلام دو صنفوں کو مد نظر رکھ کر دونوں کے حقوق مقرر کرتا ہے مگر اسی وقت ان دونوں کے علیحدہ علیحدہ فرائض بھی بتاتا ہے۔۔۔ وہ بے چاری عورت پر یہ بوجھ نہیں لادتا کہ وہ حمل رضاعت وتربیت کی مشقت بھی سہے اور زندہ رہنے کے لیے عمل اور جدوجہد بھی کرے، وہ نہیں چاہتا کہ عورت انسان سازی کا کام چھوڑ کر اشیاء کی صناعت میں مصروف ہو جائے کیونکہ اسلام کی نظر میں انسان کی قیمت اشیاء سے زیادہ ہے۔“(۲)

---

(۱) سورۃ البقرۃ:۲۲۸

(۲) سیّد قطب، ابراہیم حسین الشاذلی، الاسلام ومشکلات الحضارۃ، دارالشروق، قاہرہ، مصر، ۱۹۸۶ء، ص:۱۳۲

قابل عمل حقوق

اسلام نے جو بنیادی حق کے بارے میں بتایا وہ دعوؤں و کاغذی قوانین پر مشتمل نہیں بلکہ انہیں ریاست میں بھی عملی طور پر نافذ بھی کیا۔ یہی اس کی خصوصیت ہے کہ اسلام کے دیئے گئے حقوق انسان کی فطرت سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اسی لیے تو قابلِ عمل ہیں۔۔ اس میں قوم وطن رنگ نسل امیر غریب کا فرق کیے بغیر عدل و انصاف معاشی و معاشرتی مساوات عملی شکل میں نظر آتی ہیں، فاطمہ بنت محمد کے لیے بھی وہی قانون تھا جو ریاست کے ہر باشندے کے لیے تھا۔ انسانی مال و جان، عزت و آبرو کی حفاظت اور تمام انسانوں کو مکمل مذہبی آزادی اور اظہار رائے کے حق کا تحفظ فراہم کیا گیا، تاریخ اس کے قابل عمل ہونے کی گواہ ہے آج بھی مسلمان اس بنیادی انسانی حقوق پر عمل پیرا ہو کر دوبارہ بلند درجے پر فائز ہو سکتے ہیں۔[۱]

مثالی خاندانی نظام

اسلام کے عطا کردہ انسانی حقوق نے منفرد بہترین اور مضبوط خاندانی نظام پر معاشرے کی بنیاد رکھی، تمام لوگوں کی ذمہ داریاں متعین کی، افراط و تفریط کے بجائے اعتدال قائم کیا، انسان کے فطری تقاضوں کے مطابق مرد کو گھر کا سربراہ و نگہبان مقرر کیا، ہر بالغ مرد عورت کو باہمی رضامندی سے نکاح کے ذریعے عملی زندگی کا حکم دیا، تاکہ آنے والی نسلیں پاکیزہ زندگی گزار سکیں لیکن طلاق کے اختیار کو صرف مرد کے ہاتھ میں دینے کے حکم کو نافذ کیا۔ انتہائی مشکل حالات میں جب میاں بیوی کا اکٹھا رہنا مشکل ہو جائے تو خواتین کو علیحدگی اختیار کرنے کا بھی قانونی راستہ دیا۔ خواتین کو تمام گھریلو امور اور بچوں کی پرورش کا ذمہ دار ٹھہرایا او تمام ضرویات کی کفالت مرد کے ذمہ لگا کر مثالی نظام خاندان قائم کیا۔

مساوی حقوق

اسلام کے تصور حقوق کا ایک وصف یہ کہ یہ رنگ و نسل، امیر و غریب، وطن و قوم، کا فرق کیے بغیر سب پر لاگو ہوتے ہیں، قانون سب کے لیے برابر قرار دیا، آقا و غلام ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے، مقام کی بلندی کا معیار تقوی قرار دیا، جس کی وجہ سے بلال حبشی کو بلند مقام ملا، اسلامی ریاست کا سربراہ اور یہودی ایک ہی کٹہرے میں کھڑے ہوئے تو فیصلہ یہودی کے حق میں دیا گیا۔ اسی طرح خلیفہ کے احترام میں کھڑے ہونے پر قاضی کو نااہل قرار دیتے ہوئے عہدے سے ہٹا دیا، دور جدید میں مغربی دنیا انسانی حقوق کے تحفظ کی ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔[۲]

---

(۱) راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ص:۱۱۱

(۲) ابن عساکر، ابوالقاسم علی بن حسن الشافعی، تاریخ دمشق، دارالفکر، بیروت، ۲۳/ ۲۴

خواتین کے حقوق کی ضمانت

تمام حقوق جو عورت کو عزت و شرف اور اس کی سعادت سے متعلق ہیں اسلام ان کی ضمانت دیتا ہے۔ اسے بیٹی، بہن، بیوی اور ماں کسی بھی روپ میں تحسین اور تکریم کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان سے حسن سلوک کی تلقین کرتا ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«خَيْرُكُمْ، خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي»[۱]

تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔

قرآن حکیم ارشاد ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾[۲]

اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے ہیں، معروف طریقے کے ساتھ۔

قبل از اسلام پوری دنیا میں عورت ظلم کی چکی میں پس رہی تھی پیدا ہوتے ہی درگور ہونے والی عورت کو جینے کا حق دیا۔ اس سسکتی بلکتی عورت جس کا کوئی پرساں حال نہیں تھا، اس کو بیٹی ماں، بہن، بیوی ہر روپ میں بلند مقام دیا، تمام برائیوں کی جڑ قرار دی جانے والی عورت کی عفت پاکدامنی کا انتظام کرتے ہوئے اولاد کے لیے بطور ماں جنت اس کے قدموں تلے رکھی اور تعلیم کا حق دے کر آنے والی نسلوں کا مستقبل سنوار دیا۔

احساس ذمہ داری

اسلام نے اجتماعی شعور پیدا کرنے، ایسے بیدار رکھنے اور مؤثر بنانے کے لیے جو اقدامات کیے ان میں بہت اہم فرد کا احساس ہے یہ احساس انسان کے اندر ذمہ داری کا احساس پیدا کر کے اسے ایک کامل انسان بنا دیتا ہے۔ بے شک ہر شخص نگہبان ہے اور اس کی رعیت کے متعلق اس سے پوچھ گچھ ہوگی، اور کندوں پر "کِرَامًا کَاتِبِیۡنَ"۔ بٹھا کر انسان کو اعمال صالحہ کا پابند بنایا روزے میں انسان کھانے پینے سے اللہ کے حکم کے مطابق رکتا ہے، یہی احساسِ زمہ داری ہی تھا کہ حضرت عمر نے فرمایا اگر میری سلطنت میں بکری کا ایک بچہ بھی بھوکا رہ گیا میں اس کا جوابدہ ہوں، یوں انسان کو بے لگام نہیں چھوڑ دیا گیا، بلکہ فرمایا کہ آپ امت وسط ہیں جو اچھے کاموں پر عمل پیراہ ہوتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔ اور پھر ایسے بھی احساس دلایا گیا کہ تم لوگوں کو وہ کام کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے، یہی اس کا امتیازی پہلو ہے۔

---

(۱) ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع، كتاب المناقب عن رسول الله ﷺ، باب فضل أزواج النبي، حدیث نمبر:۳۸۹۵، ۵/۷۰۹

(۲) سورۃ البقرۃ:۲۲۸

حقوق کا اخروی پہلو

انسان نے اگر اس دنیا میں کسی کو تنگ کیا ظلم و زیادتی کی کسی کا حق مارا تو اس کی سزا اس زندگی میں اور دائمی حیات میں ملے گی، انسان کی آخرت کی حقیقی کامیابی حقوق العباد کی ادائیگی کے ساتھ وابستہ ہے۔ سب سے اچھا انسان وہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ آخرت میں اچھے اعمال پر جنت اور برے اعمال پر دوزخ کا احساس کی وجہ سے انسان اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتا ہے۔ یہی امتیازی وصف ہمیں دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے پر مجبور کرتا ہے کیونکہ قیامت کے دن ہر انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار خود ہوگا۔

اسلامی قانون میں حقوق انسانی کو خصوصی قانونی تحفظ

اسلام میں انسانی حقوق اور شہری آزادیوں کو جو شریعت میں واضح طریقے سے متعین کیے گئے ہیں، مقدس اور ناقابل تنسیخ ہیں ان حقوق کو کسی طرح اور چاہیے کوئی بھی حالات ہوں نہ تو واپس لیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان میں کوئی تبدیلی ترمیم یا تخفیف کی جاسکتی ہے اور نہ ہی انہیں معطل کیا جاسکتا ہے کوئی بادشاہ، سربراہ ریاست، حاکم اعلیٰ یا مقننہ ان حقوق کو پامال کرنے کی مجاز نہیں تاہم اسلامی ریاستوں کے قانون سازاداروں کو یہ اختیارات حاصل ہیں کہ وہ تبدیل شدہ اقتصادی، معاشرتی حالات کے پیش نظر تفویض شدہ حقوق میں مزید اضافہ کرسکیں بشرطیکہ اضافہ شدہ حقوق قرآن و سنت کے احکام کے منافی نہ ہوں اسلام کے عطا کردہ حقوق عالمگیر نوعیت کے ہیں اور وہ کسی ریاست کے شہریوں تک محدود نہیں دنیا بھر کے مسلمان اور غیر مسلم شہری بلا امتیاز ان سے مستفید ہوسکتے ہیں۔

خلاصہ بحث

۱۔ خالق حقیقی ہی مقصد وجود یا مقصد تخلیق متعین کرتا ہے خالق ومالک جب تخلیق کرتا ہے تو مقصد تخلیق کے ساتھ ساتھ ذمہ داریاں بھی متعین فرماتا ہے یہی ذمہ داری یا فرائض ہیں ایک کے فرائض دوسرے حقوق اور دوسرے کے فرائض سے پہلے کے حقوق قرار پاتے ہیں جن معاشروں میں حقوق اور فرائض کی ادائیگی میں عدم توازن آتا ہے وہاں فتنہ وفساد ایک لازمی نتیجے کے طور پر انسانیت اجتماعیت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں، وہاں بنیادی حقوق کا واویلا ہی نہیں مچایا جاتا بلکہ فساد فی الارض کی عملی صورت سامنے آجاتی ہے۔

۲۔ قرآن مجید انسانی حقوق کی بنیاد ہے حدیث اور سنت اس کی قولی اور عملی تصویر ہے اس نے فرد سے جماعت کے حقوق متعین کئے ہیں، خالق کائنات نے تمام کائنات کو انسان کے لیے تخلیق کیا، تمام مخلوقات پر انسان کو فضیلت دی کسی بھی انسان کو اختیار نہیں اپنے ہی جیسے دوسرے انسان کا حق مارے اور اسے غلام بنائے۔ اسلام نے اعتدال و توازن پر مبنی بنیادی انسانی حقوق بغیر کسی مطالبے اور درخواست کے عطاء کیے جبکہ باقی اقوام کو حقوق تحریکیں چلا کر ملے۔

۳۔ اسلام کے دائمی عالمی احکامات کی وجہ سے پوری دنیا جاگ اُٹھی اور ان کے اندر شعور پیدا ہوا جو اس وقت کی ظلم واستبداد کی حکومت ختم کرکے ایک پر سکون اور مکمل طور پر آزاد معاشرے کی تشکیل کی، جہاں گورے کالے کی تمیز ختم کرکے سب کو برابری کی سطح پر حقوق دیے کوئی طاقتور کمزور کے حقوق سلب نہیں کرسکتا تھا۔

۴۔ ریاست مدینہ کا پہلا دستور مثاق مدینہ انسانی تاریخ کا پہلا باقاعدہ تحریری آئین ہے جو تاریخ انسانی کا روشن باب ہے ان اصولوں کی روشنی میں بے مثال اسلامی ریاست قائم کرنے کے ساتھ ساتھ آج بھی پوری دنیا کو امن وسکون اور انسانی فلاح بہبود کا گہوارہ بنایا جاسکتا ہے۔

۵۔ مغربی تصوّرِ مساوات کے تحت جمہوریت نے ایک عورت اور مرد کو ایک میدان میں لا کھڑا کر دیا لیکن اسلامی تعلیمات نے دونوں کے الگ الگ دائرہ کار الگ صلاحتیں جسمانی اور نفسیاتی کفیات کی بدولت حقوق و فرائض متعین کیے۔

۶۔ اسلام میں انسانی حقوق اور شہری آزادیوں کو جو قرآن و سنت کی عطاء کردہ ہیں مقدس اور ناقابل تنسیخ ہیں ان حقوق کو کسی طرح اور چاہیے کیسے بھی حالات ہوں نہ تو واپس لیا جاسکتا ہے اور نہ اس میں تبدیلی و ترمیم یا تخفیف کی جاسکتی ہے نہ ہی انہیں معطل کیا جاسکتا ہے۔ کوئی باشاہ سربراہ ریاست حاکم اعلی یامقنہ ان حقوق کو پامال کرنے کی مجاز نہیں اسلام کے عطاکردہ حقوق عالمگیر نوعیت کے ہیں اور وہ کسی ریاست کے شہریوں تک محدود نہیں دنیا بھر کے مسلمان اور غیر مسلم شہری بلا امتیاز ان سے مستفید ہوسکتے ہیں۔

الغرض اسلام کے عطاء کردہ انسانی حقوق کے فلسفہ وحکمت کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ حقوق انسانی کے حوالے سے یہی نظام عدل و انصاف وتوازن تناسب کی اس روح کا حامل ہے جو معاشرے کو حقیقی امن اور معاشرتی اطمینان کا گہوارہ بناتے ہوئے ایک فلاحی ریاست کی حقیقی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

❁❁❁